مسلمانانِ پنجاب

کی

اقتصادی حالت

یعنی

وہ لیکچر جو سیّد طفیل احمد صاحب

جائنٹ سکرٹری آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس

علیگڈھ نے

انجمن حمایت اسلام لاہور کے انتالیسویں ۳۹ سالانہ جلسہ میں دیا

سنہ ۱۹۲۴ ع

زیر اہتمام آنریری سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور
کواپریٹو سٹیم پریس میں چھپا اور شائع ہوا

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلمانانِ پنجاب کی اِقتصادی حالت

۱۔ تمہید

میرے لئے یہ باعثِ فخر و مسرت ہے کہ مجھے آج اِس صوبے کے مسلمانوں کو خطاب کرنے کا موقع مِلا ہے۔ جہاں کے مسلمان بہ لحاظ تعداد تعلیم تمول جسمانی قوت اور جرأت و مردانگی کے۔ نیز بہ قول سرسید مرحوم بہ لحاظ اپنی زندہ دلی کے دوسرے صوبوں کے مسلمانوں سے ممتاز ہیں۔ موجودہ حالت میں مسلمانان پنجاب نہ صرف اپنے صوبے میں نہایت جوش سرگرمی اور اُلوالعزمی سے قومی اور تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ بلکہ ان کی سعی و عمل کے نتائج سے دوسرے صوبوں کے مسلمان بھی مستفید ہوتے ہیں۔ چنانچہ علاوہ آپ کی دیگر امدادوں کے حال میں مجھے صوبۂ متحدہ کی جمعیت تبلیغ سے معلوم ہوا کہ اس کی مالی امداد میں پنجاب کا بڑا حصّہ ہے۔ لہذا یہ قدرتی امر ہے کہ تمام ہندوستان کے مسلمان آپ کو محبت اور عزت کی نظر سے دیکھیں

اور اگرچہ ہجوم مصائب میں اصلی اعتماد تو خداوند تعالےٰ کی ذات پر ہے۔ لیکن اس مادی دنیا اور عالم اسباب میں مصیبت کے وقت مسلمانانِ ہند کی پُر اُمید نظریں آپ ہی پر پڑتی ہیں +

۲۔ تصویر کا دوسرا رُخ لیکن اے بزرگانِ پنجاب! اس تصویر کا ایک دوسرا رُخ بھی ہے جو نہایت مایوس کُن ہے۔ آپ ذرا اُس کمزور اور نحیف الجثہ شخص کی مایوسی اور دلی رنج و کلفت کا اندازہ کریں جو اپنے جوانمرد اولوالعزم اور بلند بالا بھائی کے خون میں بھی وہی مہلک جراثیم دیکھتا ہے۔ جس نے خود اُس کے جسمانی نشو و نما کو روک دیا ہے۔ اور اس کو پژمردہ و مضمحل بنا رکھا ہے۔ نحیف الجثہ بھائی سے میری مراد دوسرے صوبے کے مسلمان ہیں۔ جو اپنے قوی ہیکل پنجابی بھائیوں کو اپنے جیسے امراض میں مبتلا دیکھ کر افسردہ و مایوس ہیں۔ اے بزرگو! یہ مہلک جراثیم افلاس اور تنگدستی کے ہیں۔ جنہوں نے کم و بیش پنجاب کے مسلمان بھائیوں کو بھی نہیں چھوڑا ہے۔ حالانکہ یہاں قانون انتقال اراضی کا عرصہ سے نفاذ ہے۔ جس کی وجہ سے خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں کی جائدادیں جو عموماً زیر بار رہتی ہیں۔ محفوظ ہیں۔ شاید یہ ایک بدنما بات ہوگی کہ ایک پُر مسرت اور ولولہ انگیز جلسے میں جہاں دور و دراز کے مسلمان اپنی محبوب انجمن کی مالی امداد اور کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کے لئے آئے ہیں۔ یہیں مسلمانوں

کے افلاس اور بے مائگی کی داستان سُنا کر۔ افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را، کا مصداق بنوں۔ مگر اے حضرات ایک لمحہ تامل کیجیئے +

۳- دودھ والی گائے کے چارے کا انتظام

میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم روزانہ جس گائے کا دودھ دُہتے ہیں۔ اُس کے چارے اور دانے کی بھی فکر رکھیں۔ تاکہ اُس کا دُودھ خشک نہ ہو جائے۔ میرا مقصد یہ ہے۔ کہ جن مسلمانوں کی اعانت کی بدولت تمام قومی کام چل رہے ہیں۔ ہم کو اُن کی مالی اور اقتصادی حالت پر بھی توجہ کرنی چاہیئے اور اس کی ترقی کے لئے بہترین تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔ تاکہ مسلمان آئندہ بھی نہ صرف قومی کاموں میں امداد دینے کے قابل رہیں۔ بلکہ اس قدر متموّل ہو جائیں کہ اُن کا ایک ایک فرد ایک ایک قومی انسٹیٹیوشن کو اپنی ذاتی اعانت اور فیاضی سے چلا سکے۔ اور قومی کارکنوں کو روز روز کے چندوں اور دریوزہ گری سے مستغنی کردے اور ایسا ہونا کچھ ناممکن نہیں ہے۔ یورپ اور امریکہ کی مثالوں سے قطع نظر کر کے صرف ہندوستان ہی کی مثالوں کو اگر پیش نظر رکھا جائے۔ تو یہ نظر آتا ہے کہ غیر مسلم اقوام میں ہزاروں افراد ایسے ہیں۔ جنہوں نے محض اپنی ذاتی فیاضی الوالعزمی بلند حوصلگی سے بڑے بڑے شاندار کام اپنی قوم کے لئے جاری کر رکھے ہیں۔ اور اس قسم کی فیاضیوں کی مثالیں معمولی معمولی قصاب تک میں موجود ہیں۔

اور یہ نتیجہ اس بات کا ہے کہ اُس قوم کے افراد دولتمند ہیں۔ اسلئے وہ ہر موقع پر فیاضی اور الوالعزمی کا اظہار کرتے ہیں۔ لہذا اُن کے تمام قومی کام سرسبز و شاداب ہیں۔ لیکن مسلمانوں کے تمام قومی کام ان کی بے مائگی و ناداری کی وجہ سے پژمردہ اور افسردہ حالت میں ہیں*

شروع میں ہمیں نے پنجاب کے مسلمانوں کی مالی حالت پر جو اظہارِ طمانیت کیا۔ اُس سے مقصد یہ تھا۔ کہ دوسرے صوبوں کے مسلمانوں کی نسبت اُن کی حالت فی الجملہ قابل اطمینان ہے۔ لیکن برادرانِ وطن سے اُن کا مقابلہ کیا جائے۔ تو اُن کی مالی حالت لائق صد حسرت و افسوس ہے*

۴۔ اخبارات سے اقتباس اس کا پتہ کچھ تو اخبارات سے چلتا ہے اور کچھ سرکاری رپورٹوں سے۔ اوّل اسلامی اخبارات سے میں صرف چند اقتباسات پیش کرونگا۔ مثلاً اخبار وکیل نے ایک مرتبہ امرتسر کے مسلمانوں کے متعلق لکھا تھا۔ کہ" اگر تم کسی مسلمان محلّے میں چلے جاؤ۔ تو تم اُن کی تنگ و تاریک گلیوں میں عجیب وحشت زا خاموشی پاؤگے۔ اور اس خاموشی کا طلسم توڑنے کے لئے یا تو کسی برہنہ و نیم گرسنہ بچے کی چیخ پکار سنوگے یا کسی برقع پوش عورت کے نحیف و لاغر ہاتھ دیکھوگے۔ جو برقع سے نکلکر خیرات کے لئے پھیلے ہونگے"۔ دوسرے موقع پر لکھا تھا کہ" علے الصباح جب دنیا کی قومیں اپنا کاروبار انجام دینے کے لئے بیدار

ہوتی ہیں - تو کانوں میں اَللّٰہُ اَکْبَرْ کی جزیلی صداؤں کے ساتھ گداگروں کی اُداسی پیدا کرنے والی درد انگیز آوازیں بھی آتی ہیں - جو حسّاس دلوں کو بے چین کئے بغیر نہیں رہتیں - یہ گداگر کون لوگ ہیں؟ ذرا تحقیق کیجیئے تو معلوم ہوگا - کہ ان میں ننانوے فی صدی مسلمان ہیں - ان میں بچے بھی ہیں - بوڑھے بھی ہیں مرد بھی ہیں - عورتیں بھی ہیں - یہ دلخراش نظارہ سارا دن اور بہت رات گئے آنکھوں کے سامنے رہتا ہے آہ! یہ حقیقت کس قدر افسردہ کرنے والی ہے - کہ مسلمان ہر شعبہ زندگی میں گداگری پر مجبور ہیں" اسی طرح حال میں امرتسر سے مظلوموں کی فریاد کے عنوان سے ایک عرضداشت شائع ہوئی ہے - جس میں ظاہر کیا گیا ہے - کہ "امرتسر کے اہل ہنود، تاجر اور صاحب ثروت ہیں - اور مسلمان عام طور پر غریب اور مزدوری پیشہ ہیں - اہل ہنود نے سنگھٹن قائم کر کے اپنی قوم کو منتظم کیا - جس کی غرض یہ تھی کہ مسلمانوں کو بائیکاٹ کیا جائے - اور اس طرح سے کمزور کر کے اور دباؤ ڈال کر یا لالچ دیکر پرستارانِ توحید کو مُرتد بنایا جاوے"

ایک عام مقولہ ہے کہ ہر شخص کو دوسرے کی دولت اور اپنی عقل زیادہ معلوم ہوتی ہے - ممکن ہے - کہ اس قول کے مطابق مسلمانوں کو اپنی دولت کم معلوم ہوتی ہو - مگر مسلمانوں کے واقعی افلاس کا اندازہ اس

سے ہوتا ہے کہ اب ان کے برادران وطن بھی نہ صرف اپنے دلوں میں مسلمانوں کو مفلس سمجھتے ہیں۔ بلکہ علانیہ اپنے اخبارات میں ان کے متعلق اس کا اظہار کرتے ہیں چنانچہ اخبار کیسری میں لالہ دونی چند صاحب کی ایک تحریر شائع ہوئی تھی۔ جس کے چند الفاظ یہ ہیں "ہندؤں کے پاس ایک طاقت ہے اور وہ طاقت روپے کی طاقت ہے۔ جس سے وہ فوائد عظیم حاصل کر سکتے ہیں۔ انفرادی اور مجموعی حیثیت سے ہندو مسلمانوں سے بدرجہا زیادہ دولتمند ہیں۔ پنجاب کے تقریباً ہر ایک قصبے میں اگر ایک مسلمان ایسا ہے جس کے پاس ایک لاکھ روپیہ ہے تو اُس کے مقابلے میں ایک لاکھ روپیہ رکھنے والے بیس ہندو ہیں"۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کی اعلےٰ معاشرت اور اُن کے ظاہری ٹھاٹھ سے لالہ صاحب کو یہ حُسن ظن پیدا ہؤا کہ قصبات میں بعض مسلمانوں کے پاس ایک لاکھ روپیہ ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ شہروں میں بھی بہت کم ایسے مسلمان نکلینگے کہ جن کے پاس نقد ایک لاکھ روپیہ ہو۔ بہرحال۔ برادران وطن ہماری مالی کمزوری سے کم و بیش واقف ہوتے ہیں جس سے ان میں یہ اولوالعزمی پیدا ہو گئی۔ کہ وسیع پیمانے پر انہوں نے شدھی کا کام جاری کر دیا۔ چنانچہ لائل گزٹ نے ایک بار لکھا تھا کہ "ملکانہ راجپوتوں کا ارتداد تمام مسلمانوں کے ارتداد کی تمہید ہے"۔ اور ایک تقریب

ہیں پنڈت نرسنگھ دیو صاحب شاستری پروفیسر اوریئنٹل کالج لاہور نے فرمایا تھا۔ کہ "ہندو جاتی پھر اپنی بلند جگہ حاصل کرینگے۔ وہ وقت آنے والا ہے۔ جبکہ اس دیش کے تمام غیر ہندو پھر ہندو بن جائینگے۔ اور ان کے دھرم ستھانوں پر ویدک دھرم کا جھنڈا لہرائیگا۔" خدا نہ کرے ایسا کبھی ہو اور ہونا نہ ہونا دونوں خدا کے اختیار میں ہیں۔ تاہم ان اقتباسات کے پیش کرنے سے میری غرض یہ ہے کہ ایک طرف تو افلاس و تنگدستی سے پست ہمتی اور افسردگی پیدا ہو رہی ہے۔ دوسری طرف کثرت دولت سے حوصلہ۔ ہمت اور الوالعزمی بڑھ رہی ہے۔ اور چونکہ حیات ملّی کے لئے افسردگی سم قاتل ہے۔ اور ہمت مردانگی مثل حرارت غریزی کے ہیں۔ تو کیا مسلمانوں کا سب سے اہم فرض نہیں ہے کہ وہ دیگر تدابیر کے ساتھ قومی جسم کی حرارت غریزی قائم رکھنے کی بھی فکر کریں*

۵۔ تعلیم پر افلاس کا اثر اب تک مسلمانوں نے اپنے تمام قومی امراض کا علاج تعلیم کو سمجھا۔ اور اس میں ترقی کرنے کے لئے تمام تر کوششیں کیں اور کوئی شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ تعلیم ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو جملہ قومی امراض کے لئے اکسیر کا کام دیتی ہے۔ مگر اب جو وقت پیش آ رہی ہے وہ یہ ہے۔ کہ کافی مقدار میں اکسیر خریدنے کی استطاعت بھی مسلمانوں میں نہیں رہی۔ یعنی یہ کہ قوم کے بچے

کثیر التعداد ہیں اسکول کی تعلیم ختم کر کے اعلےٰ تعلیم اسلئے حاصل نہیں کر سکتے کہ اُن کے پاس روپیہ نہیں ہوتا۔ اپنے اس خیال کی تائید ہیں ہیں ذیل کے اعداد پیش کرتا ہوں:۔

نمبر ترتیبی	نوعیت تعلیم	تعداد مسلمان طلبا	تعداد ہندو و سکھ طلبا	مسلمانوں کی نسبت بمقابلہ ہندو سکھ طلبا
۱	پرائیویٹ یا نجی درسگاہیں	۳۴و۲۶۳	۲۳و۰۰۹	۱ ۱/۲
۲	ابتدائی مدارس	۱،۸۲و۹۷۶	۱،۶۱و۶۳۴	۱ ۱/۸
۳	ثانوی مدارس	۱،۰۰و۳۵۶	۱،۴۲و۹۸۳	۵/۷
۴	ٹریننگ ڈاکٹری انجنیری صنعتی و تجارتی اسکول	۵و۱۲۳	۷و۹۱۶	۵/۸
۵	مختلف علوم کے کالج	۱و۰۸۳	۳و۶۸۸	۱/۳ سے کم
۶	قانون۔ ڈاکٹری۔ مویشی ٹریننگ و تجارتی کالج	۱و۴۱۱	۴و۶۵۵	۱/۴ سے کم

مندرجہ بالا نقشے سے ظاہر ہے کہ مسلمان بچوں کی تعداد ابتدائی تعلیم ہیں برادران وطن سے زیادہ ہے اور اوپر کے درجوں ہیں بتدریج گھٹتی جاتی ہے۔ حتےٰ کہ کالجوں ہیں ایک ثلث سے بھی کم رہ گئی ہے۔ اور میرے نزدیک یہ بہت کچھ افلاس کا نتیجہ ہے۔ اس کے علاوہ عمدہ قسم کی یونی ورسٹیاں جن ہیں صنعتی انجنیری اور ڈاکٹری تعلیم کا انتظام ہو۔ قائم کرنے کی استطاعت مسلمانوں ہیں بالکل نہیں

ہے۔ جن کی اس زمانے میں سخت ضرورت ہے اور جن کی اہمیت اس درجے پر تسلیم کرلی گئی ہے کہ اب سائنس اور صنعتی تعلیم کے مقابلے میں علوم عامہ کی تعلیم ایسی بیکار سمجھی جاتی ہے۔ جیسے کہ مشرقی علوم کی تعلیم کسی زمانے میں انگریزی مدارس کی تعلیم کے مقابلے میں سمجھی جاتی تھی۔ اور اس وجہ سے انجمن حمایت اسلام مجبور ہوئی ہے کہ وہ اپنے کالج میں سائنس کا شعبہ کھولے۔ جس میں کثیر سرمایہ کی ضرورت ہوگی +

۶۔ خواندہ لوگوں کے پیشے وقت تنگ ہے۔ اسلئے میں اور زیادہ تعلیمی اعداد سنانے یا ملازمتوں میں مسلمانوں کا حصہ شمار کرانے میں آپ کا قیمتی وقت صرف نہ کرونگا۔ کیونکہ ان امور کا چرچا تو اخبارات وغیرہ میں رہتا ہے۔ البتہ چند وہ پیشے جو مسلمانوں سے مخصوص تھے۔ اُن میں مسلمانوں کی نسبتی تعداد دکھانا ضروری سمجھتا ہوں +

الف۔ قانون وکیل۔ مختار۔ قاضی محرر۔ عرائض نویس وغیرہ

مسلمان =	۲۰۴۸۹	۲۰۸۳۵
دیگر اقوام =	۷۰۰۱۲	۷۰۴۳۴

گویا قانون پیشہ اصحاب میں مسلمان بشمول عرائض نویسوں اور محرروں کے۔ صرف ایک ثلث ہیں

ب۔ ڈاکٹری و طب

مسلمان =	۴	۲۵۰۶۴۴
دیگر اقوام =	۴	۲۲۰۶۸۴

ڈاکٹری اور طب کی تعداد رپورٹ میں یکجائی دی گئی ہے۔ ڈاکٹری میں یقینی طور پر دیگر اقوام کے افراد بہت

زیادہ ہیں۔ طب کے پیشہ میں کسی قسم کی روک نہیں ہے اور اس میں علوم جدیدہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اسلئے مسلمانوں کی تعداد اس میں اس قدر زیادہ ہے کہ اس نے مسلمانوں کی مجموعی تعداد دیگر اقوام سے کسی قدر بڑھا دی ہے ۔

ج۔ تعلیم مگر اسی کے ساتھ صیغہ تعلیم میں جو مسلمانوں کا خاص پیشہ تھا مسلمان کم ہیں۔

	پروفیسر اور دیگر استاد	کلرک وغیرہ
مسلمان =	۲۱،۷۲۲	۹۶۱
دیگر اقوام =	۳۰،۴۸۴	۲،۱۰۰

د۔ علوم و فنون مردم شماری کی رپورٹ میں ایک مد علوم و فنون یعنی لٹریچر آرٹس و سائنس کی ہے۔ اس مد کی تفصیلات اس اعتبار سے قابل توجہ ہیں۔ کہ ان میں اعلےٰ درجے کے کاموں میں مسلمان کم اور ادنےٰ درجے کے کاموں میں زیادہ ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے :-

	مسلمان	دیگر اقوام	
(۱) محاسب اور خزانچی =	۸،۸۹۲	۱۷،۹۸۸	نصف
(۲) کلرک اور ٹائپ کرنیوالے =	۵۹۶	۸،۱۷۳	″
(۳) انجنیر سرویر وغیرہ =	۲،۰۸۳	۴،۳۶۶	″
(۴) مصنف۔ اخبار نویس نقاش۔ مصور وغیرہ =	۱،۶۷۸	۳،۱۴۹	″
(۵) ڈراما نویس۔ گویئے ایکٹر۔ ناچنے والے =	۵۲،۷۵۵	۸،۳۱۱	چھ گنا
(۶) عامل۔ رمال۔ منجم۔ بھاٹ وغیرہ =	۳،۰۲۸	۱۲،۳۷۷	چہارم

یعنی محاسبوں - کلرکوں - انجنیروں - مصنّفوں - اخبار نویسوں نقاشوں اور مصوّروں میں مسلمان دیگر اقوام سے نصف ہیں - مگر ڈراما نویسوں - گویّوں - ایکٹروں اور ناچنے والوں میں مسلمان دیگر اقوام سے ساڑھے چھ گُنے ہیں رمال منجم اور بھاٹ چونکہ صرف ہندؤوں میں ہوتے ہیں - اسلئے اُن میں ہندؤوں کا زیادہ تعداد میں ہونا ایک بدیہی امر ہے ؞

۷ - دوسرے پیشے اس ملک میں مسلمان یا تو زیادہ تر زمیندار تھے یا ایسے پیشوں میں تھے - جن میں لکھنے پڑھنے کا کام تھا - زمینداری سے تو وہ اسلئے خارج ہو رہے ہیں کہ اسراف - بدنظمی اور قرضداری میں ان کی جائدادیں نکل رہی ہیں - اور لکھنے پڑھنے کے کاموں اور ملازمتوں میں اسلئے کم ہو رہے ہیں کہ اس زمانے کی تعلیم جو روپے سے حاصل ہوتی ہے - اُس کی مسلمانوں میں استطاعت نہیں ہے چنانچہ زمینداری و ملازمت سے جو مسلمانوں کے محبوب پیشے تھے خارج ہونے پر اُنہیں نہایت قلق ہے اور اِسی کے لئے وہ شور وشغب کرتے رہتے ہیں - چاہیئے تو یہ تھا کہ تعلیمی و سیاسی کمزوری کی وجہ سے جب مسلمان ملازمت و زمینداری سے خارج ہو رہے تھے - تو وہ ملک کے دوسرے پیشوں کی طرف توجہ کر کے انہیں اپنی بسر اوقات کا ذریعہ بناتے - مگر واقعات بتا رہے ہیں - کہ دیگر پیشوں کا لازمی عنصر سرمایہ ہے جس سے مسلمانوں کو سراسر اجنبیت ہے - اِس لئے دوسرے

پیشوں میں ان کی کامیابی کی راہ میں تعلیم اور ملازمت سے بھی زیادہ موانع حائل ہیں۔ بلاشبہ اس صوبے میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ ہر پیشہ میں کثرت سے نظر آتے ہیں۔ مگر افسوس کہ سرمایہ کی کمی سے وہ طبقۂ اسفل میں اترے چلے جا رہے ہیں۔ برخلاف اس کے دوسری قومیں طبقۂ اعلیٰ میں چڑھی چلی جا رہی ہیں۔ مثلاً معمولی قسم کی زراعت میں مسلمانوں کی تعداد دیگر اقوام سے زیادہ ہے مگر چائے۔ قہوہ۔ ربڑ اور نیل کی کاشت میں جو زیادہ قیمتی ہیں۔ اور جن میں زیادہ سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ دیگر اقوام کے (۳،۸۴۰) افراد کے مقابلے میں مسلمان صرف (۲۹۰) ہیں۔ مسلمانوں کی بڑی بدبختی یہ ہے کہ مال تیار کرنے میں وہ دیگر اقوام سے آگے مگر تجارت سے نفع اٹھانے میں پیچھے ہیں۔ اس کا کچھ اندازہ حسب ذیل اعداد سے ہو سکیگا:-

الف۔ تیل

		تیل نکالنے والے	تیل بیچنے والے
مسلمان	=	۱،۴۴،۶۲۹	۱۰،۸۴۰
دیگر اقوام	=	۲،۰۴۸۸	۶،۰۸۸

یعنی مسلمانوں میں تیل نکالنے والوں کی تعداد دیگر اقوام سے اٹھاون گنا اور تیل بیچنے میں ایک ثلث سے بھی کم ہے +

ب۔ کپڑا

		کپڑا بننے والے	کپڑا بیچنے والے
مسلمان	=	۵،۰۸،۹۱۳	۴۳،۰۸۰
دیگر اقوام	=	۲۹،۴۷،۰۸۸	۸۶،۹۴۰

یعنی کپڑا بُننے میں مسلمان دُگنے سے زیادہ مگر اُسے بیچ کر اصلی نفع اُٹھانے میں نصف ہیں۔

ج۔ لوہا

	لوہے کا کام کرنیوالے	لوہے کا سامان بیچنے والے
مسلمان =	۱۰۶۳,۳۹۳	۸۶۵
دیگر اقوام =	۷۵,۷۶۳	۷,۳۰۶

یعنی ہتھوڑا چلانے میں مسلمان دُگنے سے زیادہ۔ مگر اُس سے روپیہ کمانے میں آٹھویں سے بھی کم ہیں۔

د۔ شراب مسلمانوں میں شراب کشی اور شراب فروشی دونو یکساں ممنوع ہیں۔ اگر آپ کو یہ معلوم کرکے حیرت ہوگی کہ شراب کشی اور تمباکو گانجہ تیار کرنے میں مسلمان دوسروں سے چوگنے اور شراب فروشی میں جس میں سوڈا لمونیڈ کی دُکانیں بھی شامل ہیں۔ مسلمان ایک ثلث ہیں۔ تفصیل حسب ذیل ہے :-

	شراب کشی	افیون۔ گانجہ۔ تمباکو بنانا	شراب فروشی مع سوڈا لیمونیڈ
مسلمان =	۱,۵۴۳	۲۹۵	۱,۸۴۰
دیگر اقوام =	۴۰۱	۱۳۸	۶,۰۸۸

یہی حال سُود کی داد و ستد میں ہو۔ جسکی نسبت انجمن ہائے امداد باہمی کے ایک افسر سے مجھے معلوم ہؤا کہ پنجاب کے مسلمان ساڑھے بارہ کروڑ روپیہ سالانہ سود میں دیتے ہیں۔ مگر سود لینے میں بمنزلہ نفی کے ہیں۔ اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ جن کاموں کو وہ ناجائز سمجھتے ہیں۔ ان میں سے بھی چھانٹ کر وہ ایسے کام اختیار کرتے ہیں۔ جن میں نفع کی کوئی صورت نہ نکلے۔

۸: صنعت و تجارت کا تعلق | میں چاہتا تھا کہ صنعت و تجارت کے اعداد جدا جدا دکھاتا۔ مگر ان دونو شعبوں میں ایسا گہرا تعلق ہے کہ ایک کا دوسرے سے جدا کرنا مشکل ہے ایک بڑا دولتمند شخص ایک عظیم الشان کارخانہ قائم کرکے اس میں سامان بھی تیار کر سکتا ہے اور اس کی بکری کا بھی انتظام کر سکتا ہے۔ یعنی اگر دولت کی افراط ہو تو صنعت اور تجارت دونو ایک ساتھ چل سکتی ہیں۔ مگر مسلمان چونکہ غریب ہیں۔ اسلئے وہ دونو میں سے صرف ایک کام اختیار کر سکتے ہیں اور وہ بھی ادنےٰ قسم کے۔ برخلاف اس کے دوسری اقوام کے لوگوں کو بوجہ سرمایہ دار ہونے کے یہاں اس امر کی ضرورت نہیں ہوتی کہ وہ بذاتِ خود مال تیار کرنے کی تکلیف اٹھانے کے رقصے میں پڑیں۔ وہ اپنے روپیہ کے زور سے غریب کاریگروں کے مال پر قابض ہو کر ہر وقت اس سے تجارت کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں مسلمان کاریگروں کی تعداد زیادہ اور تاجروں کی تعداد کم ہے۔ جیسا کہ حسبِ ذیل اعداد سے معلوم ہوگا:۔

	صنعت وحرفت میں	تجارت میں
مسلمان =	۲۶۰۳۷۸۰	۳۸۳۹۱۰۳
دیگر اقوام	۲۲۳۰۴۶۸	۷۲۳۳۰۳۱

یعنی مسلمان صنعت و حرفت میں بقدر چار لاکھ کے زیادہ ہیں۔ مگر تجارت میں دیگر اقوام سے ایک ثلث سے بھی کم ہیں۔

۹۔ اعلیٰ اور ادنےٰ تجارتوں میں مسلمانوں کا تناسب

اس کے علاوہ مسلمانوں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ بالعموم اعلیٰ تجارت میں کم اور ادنےٰ میں زیادہ ہیں۔ مثلاً

	جواہرات و زیور کی تجارت	رنگ پٹرول دوا وغیرہ	چیتھڑوں کی تجارت
مسلمان =	۳۰۱	۲۳۰۲	۴۸۵
دیگر اقوام =	۲۲۴	۱۹۲۸۷	۸۵

یعنی جواہرات وغیرہ کی تجارت میں مسلمان نصف سے کم۔ انگریزی دوا فروشی۔ رنگ۔ روغن۔ پٹرول وغیرہ کی تجارت میں۔ بلیک ثلث سے بھی کم۔ مگر چیتھڑوں کی تجارت میں پانچ گنا سے زیادہ ہیں +

۱۰۔ ادنےٰ کاریگری

البتہ اکثر ایسے پیشے بھی ہیں۔ جن میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے۔ مثلاً قالین اور کپڑا بننے والے فرنیچر تیار کرنے والے۔ آتشبازی بنانے والے۔ مگر یہی وہ لوگ ہیں جو فی الواقع سرمایہ داروں کے غلام ہیں وہ اپنا کام تیار کرنے یا دکان چلانے کے لئے تمام سامان سرمایہ داروں سے اُدھار لاتے ہیں۔ جو گراں ملتا ہے۔ اور اس پر سُود دیتے ہیں۔ اور مقروض ہونے کی وجہ سے اپنا تیار کردہ مال بھی اپنے مہاجن کو دینے پر مجبور ہوتے ہیں۔ جو اَونے پَونے دام لگا کر کُل مال رکھوا لیتا ہے۔ اور آئندہ کام چلانے اور کھانے پینے کے لئے غریب کاریگر پھر اُسی سے قرض لاتے ہیں اور مدت العمر قرضداری کے دائرے میں مثل کولھو کے بیل کے چکر لگاتے رہتے ہیں +

۱۱ - ساہوکاری

انہی غریب کاریگروں اور دُکانداروں کے خون سے دیگر اقوام میں مہاجنوں اور ساہوکاروں اور کوٹھی والوں کی جماعت مرتب اور تیار ہوتی ہے - جن کے ہاتھوں میں تمام ملک کی صنعت و تجارت ہے پنجاب میں جو لوگ روپے کا کاروبار کرتے ہیں یا مہاجنی کوٹھیوں سے دلالیوں وغیرہ کا تعلق رکھتے ہیں - ان کی تعداد حسب ذیل ہے :-

مسلمان = ۱۲،۱۱۷

دیگر اقوام = ۱،۵۳،۵۰۲

یعنی اس مد میں مسلمان صرف بارھواں حصہ دیگر اقوام کا ہیں بارھواں حصہ بھی محض اسلیئے کہ اس میں دلّال شامل ہو گئے جو دُکانداروں کو ساہوکاروں سے قرض دلاتے ہیں - ورنہ اِس مد میں مسلمان بالکل نفی میں ہوتے +

۱۲ - کارخانہ داری

مسلمانوں کو جب سب طرف سے دھکّے ملتے ہیں - تو انہیں شوق ہوتا ہے کہ اپنے بچّوں کو دستکاری اور صنعت و حرفت سکھائیں - مگر جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے - مسلمان کاریگروں کی تعداد پہلے ہی کچھ کم نہیں بلکہ زیادہ ہے - مگر جب تک کہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں کارخانے کثرت سے نہ ہوں - محض کاریگروں کی کثرت سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے - مردم شماری کی رپورٹ میں کاریگروں کی تعداد ذاتوں کے اعتبار سے بھی دی گئی ہے - اور چونکہ مسلمانوں میں شیخوں اور

ہندؤوں میں کھتریوں کی تعداد زیادہ ہے اور دونو شریف ہیں۔ اسلیئے کاریگری اور کارخانہ داری میں دونو کی تعداد کا مطالعہ نہایت دلچسپ ہوگا:۔

ذات	مردم شماری	کاریگر	مالکان کارخانہ	مہتم کارخانہ
کھتری	۳،۹۳،۰۰۰	۳،۰۹۶	۳۰۱	۳۲۹
شیخ	۲،۵۷،۰۰۰	۶،۲۲۴	۵۵	۶۰

ان اعداد سے ظاہر ہوتا ہے کہ باوجودیکہ شیخ تعداد میں کھتریوں سے کم ہیں۔ تاہم کاریگروں میں اُن سے دُگنے اور ملکیّت کارخانہ جات میں پانچویں حصے سے بھی کم ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ سرمایہ اُن کے پاس نہیں۔ اور جب تک کہ سرمایہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں نہ آئیگا۔ وہ ہزار کوشش کریں۔ محنت کرتے کرتے ختم ہو جائیں۔ تجارت کا صرف چھلکا اُن کے پلّے پڑیگا۔ اور گودا سرمایہ دار اقوام کے ہاتھوں میں جاتا رہیگا۔

۳۔ صنعت و سرمایہ کا تعلق میں نے ایک بار مسلم اوٹ لک میں صنعت و حرفت کے متعلق ایک نہایت ٹھوس اور مختصر مضمون دیکھا تھا۔ اس کا خلاصہ یہ تھا کہ صنعت کے تین اجزاء ترکیبی ہیں (۱) انجنیر (۲) کاریگر (۳) سرمایہ انجنیر سے مراد موجد سے ہے۔ انجینیر تیار ہونے کی صورت یہ ہے کہ یا تو طلبا کو وظائف دیکر صنعتی تعلیم کے لئے غیر ممالک کو بھیجا جائے۔ ورنہ ہندوستان میں عظیم الشان کارخانے اور صنعتی یونیورسٹیاں (Technological Institutes) قائم کرکے اُن میں یورپ اور

امریکہ سے ماہر انجنیر لائے جائیں - جو یہاں کے طلبا کو کام سکھائیں - ان دونو کاموں کے لئے کثیر سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے - اور کارخانے چلانے کے لئے سرمایہ لازمی چیز ہے - مگر چونکہ مسلمان مفلس ہیں - اس لئے انجنیر اور سرمایہ دونو اُن کی دسترس سے باہر ہیں اور صرف تیسرا جزو یعنی کاریگر باقی رہ جاتے ہیں - جن کی اُن میں پہلے ہی کمی نہیں - ان کی تعداد بڑھا کر یہ توقع کرنا کہ ملک کی صنعت و حرفت مسلمانوں کے ہاتھوں میں آجائیگی - اس کی مثال بالکل اس شخص کی مانند ہے - جسے راستے میں گھوڑے کا ایک پرانا نعل پڑا مل گیا تھا - اُس نے کہنا شروع کیا - کہ بس اب ہمیں نعل اور ایک گھوڑے کی کسر باقی ہے ؎

۲۴ اسادل مختلف پیشوں میں داخل ہونے کا مشورہ

مگر جو لوگ مسلمانوں کی اصلی حالت سے واقف ہیں - وہ اب بھی صنعت و حرفت کو مسلمانوں کی دسترس سے باہر سمجھتے ہیں - چنانچہ ایک بڑے آدمی کا خیال ہے - کہ اول مسلمان ڈاکٹری - انجنیری اور قانون کے پیشوں کو اختیار کرکے دولت جمع کرلیں - اور جب دولتمند ہو جائیں - تو پھر وہ وقت صنعتی و حرفتی تعلیم کے لئے زیادہ مناسب ہوگا - کیونکہ تب ہم اس قابل رہینگے - کہ کارخانے اور تجارتی کوٹھیاں کھول سکیں - مگر دقت یہ ہے کہ اس زمانے میں قانون - طب اور انجنیری بھی بغیر روپیہ کے نہیں حاصل ہو سکتیں -

اور اسی وجہ سے مسلمان ان پیشوں میں روز بروز کم ہو رہے ہیں۔ حالانکہ پہلے زمانے میں یہ سب پیشے مسلمانوں سے مخصوص تھے۔ بہرحال ان پیشوں یا ملازمتوں سے جبتک کہ مسلمان اتنا کما پائینگے۔ کہ وہ سرمایہ دار ہو جائیں۔ تب تک تو قوم پر تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود' کی مثل صادق آنے کا اندیشہ ہے ✣

۱۵۔ گداگری ممکن ہے کہ بعض اصحاب کے دلوں میں یہ خیال گزرے کہ اگر ملک کی تجارت و صنعت اور سرمایہ داری میں ہمارا حصہ نہ ہوگا۔ تو ہم مر تو نہ جائینگے۔ اگر ہم سوسائٹی کے اعلےٰ طبقہ میں نہیں ہیں۔ تو ادنےٰ ہی میں سہی۔ ہمارا دین و ایمان سلامت رہنا چاہیئے۔ اور بس۔ مگر کاش اسی پر بس ہوتی اور جہاں ہم ہیں وہیں رہتے۔ رونا تو یہ ہے۔ کہ ادنےٰ پیشوں میں اور سرمایہ داروں کی غلامی میں بھی ہمارا قائم رہنا مشکل ہو رہا ہے۔ بلکہ ہم افلاس کی وجہ سے اس سے بھی نیچے کے درجے میں اُتر رہے ہیں اور افلاس کی وجہ سے ہمارا دین و ایمان بھی خطرے میں پڑ رہا ہے۔ چنانچہ مردم شماری کی رپورٹ کے اس خانہ میں جس میں گداگروں۔ آوارہ گردوں۔ کسبیوں اور قزموں کی تعداد قوم وار دکھائی گئی ہے۔ مسلمانوں کی تعداد دیگر اقوام سے بدرجہا زیادہ ہے۔ وہ اعداد حسب ذیل ہیں :-

	مسلمان	دیگر اقوام
(۲) گداگر اور آوارہ گروہ =	۴،۳۸،۹۵۷	۱،۵۱،۵۷۵
(۳) قرم و کسبیاں =	۱،۷۹۶	۲۵۹

یعنی مردم شماری میں مساوی یا کسی قدر زیادہ ہونے کے باوجود مسلمانوں کی تعداد ۔گداگروں میں تین گنی اور قرموں و کسبیوں میں سات گنی ہے۔ایک نہایت افسوسناک امر یہ ہے کہ اس خانہ میں مسلمان شرفا کی تعداد جس میں شیخ۔سید۔مغل۔پٹھان شامل ہیں۔ ہندو شرفا کے مقابلے میں بدرجہا زیادہ ہے۔ البتہ خیرات لینے والوں کی ایک مد میں مسلمانوں کے مقابلے میں ہندو زیادہ ہیں۔اور سادھوؤں اور درویشوں کی جماعت جو تیرتھ گاہوں۔دھرم سالوں اور معبدوں میں رہتی ہے اور جس کی تعداد ہندوؤں میں بمقابلہ مسلمان درویشوں اور فقرا کے تین گنی ہے۔یہ لوگ ضرورت مند گداگروں سے بالاتر ہیں اور اہل ہنود میں وہ نہایت خوشحال ہیں۔اُن کی زیادتی دولت اور زیادتی تعداد کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اُن کی قوم دولتمند ہے جو اُن کی خدمت کرتی ہے۔پنجاب کے اضلاع کے بندوبست کی رپورٹیں میرے سامنے نہیں ہیں البتہ میں ضلع سہارنپور کے متعلق جو پنجاب سے متصل ہے۔یہ عرض کر سکتا ہوں کہ گزشتہ بندوبست کی رپورٹ سے معلوم ہوا کہ تیس سال میں ہندو فقرا جوگیوں اور گوسائیوں کی جائدادیں بقدر سترہ (۱۷)

فی صدی کے بڑھ گئیں۔ مگر سادات کی جائدادیں بقدر گیارہ فیصدی کے گھٹ گئیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دیگر اقوام میں خیرات لینے والی ذاتیں بھی دولت اور جائداد میں ترقی کر رہی ہیں۔ برخلاف اس کے مسلمانوں میں اعلےٰ ذاتیں بھی اپنا ہر ہر قدم افلاس کی طرف بڑھا رہی ہیں ؛

۱۶۔ نو مسلم گداگر سب سے آخر میں وہ اعداد پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جنہیں سُنکر تمام مسلمانوں کو اور خاصکر اُن بزرگوں کو جو مذہبی اشاعت وتبلیغ کا کام کرتے ہیں سخت حیرت ہوگی۔ اُس کی تفصیل یہ ہے کہ اس صوبے میں بعض ایسی ذاتیں ہیں۔ جن کا ایک حصہ عرصہ دراز سے مسلمان ہے۔ باقیماندہ بدستور ہندو اور سِکھ ہے۔ مثلاً جاٹ ہندو ہیں اور سکھ ہیں اور سینتالیس فیصدی مسلمان ہیں۔ مردم شماری کے اُس خانہ میں جس میں قیدیوں۔ گداگروں۔ آوارہ گردوں اور کسبیوں کی تعداد دکھائی گئی ہے۔ جاٹ مسلمان مردوں کی تعداد ۱۸ ہزار اور عورتوں کی پندرہ سو درج ہے۔ اور ہندو اور سکھ جاٹوں میں یہ خانہ خالی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کی تعداد مردوں میں ایک ہزار سے اور عورتوں میں ایک صد سے کم ہے۔

ذیل میں ان تمام ذاتوں کی تعداد معہ تفصیلات کے درج کرتا ہوں :۔

نام ذات	مردم شماری	مرد	عورت
(۱) جاٹ مسلمان	۴۷ فیصدی	۱۸،۰۰۰	۱۵۰۰
(۲) جھیور "	۲۵ "	۹،۰۰۰	۴۶۰۰
(۳) جھلاہا "	۹۰ "	۱۳،۰۰۰	۳۴۰۰
(۴) کمبوہ "	۴۰ "	۱۱،۰۰۰	۱۶۰۰
(۵) کمہار "	۶۷ "	۱۲،۰۰۰	۱۵۰۰

بے شک بعض نو مسلم ذاتیں مثل راجپوتوں۔گوجروں، کمہاروں اور نائیوں کی استثنیٰ بھی ہیں ۔جو اِن ذاتوں کے ہندؤوں کی طرح ان شرمناک کاموں میں نہیں ہیں ۔تاہم مندرجہ بالا پانچ ذاتوں کے متعلق مسلمانوں کو غور کرنا پڑیگا۔ کہ وہ کیا وجوہ ہیں جن سے ایک ہی ذات کے لوگ جو مسلمان ہیں وہ تو کثرت کے ساتھ آوارہ گرد گداگر وغیرہ ہیں۔ اور جو غیر مسلم ہیں ان کی تعداد اُن شرمناک پیشوں میں بمنزلہ نفی کے ہے۔ جن بزرگوں نے ان ذاتوں اور قوموں میں تبلیغ کا کام کیا ہے۔ وہ اِس مسئلہ کو حل کر سکینگے۔میں پارسال ضلع میرٹھ میں جاٹ مسلمانوں کے ایک جلسے میں گیا تھا۔جس میں کئی ہزار مسلمان جمع تھے۔اس موقع پر ایک مولوی صاحب موجود تھے۔جنہوں نے رقبۂ ارتداد میں عرصہ تک کام کیا تھا۔ فرمانے لگے۔کہ اِن لوگوں کو اسلام پر قائم رکھنے کے لئے فضائل اسلام سُنانے کے مقابلے میں ذرائع معاش بتانا اور انہیں سرمایہ داروں کی غلامی سے نکالنا بدرجہا زیادہ مفید

ہوگا ممکن ہے کہ تحقیقات و تفتیش سے ان ذاتوں کے مسلمانوں کے اخلاقی تنزل کے کوئی اور وجوہ معلوم ہوں۔ مگر سرسری نظر سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ افلاس نے ان کے تمام اخلاقی محاسن کو فنا کر دیا ہے اور وہ اپنی شکم پُری کی خاطر ایسے ناپاک اور حیا سوز مشاغل اختیار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ جو مسلمانوں کے لئے باعث شرم و ندامت ہیں۔ بہرحال ہماری کم مائگی اور اخلاقی تہیدستی اور عام انحطاط کی جب یہ حالت ہے۔ تو دیگر اقوام کے لئے وہ کونسی وجہ ترغیب ہے جو اُن کو ہماری طرف مائل کرے اور ہمیں کیا حق ہے کہ کھاتے پیتے لوگوں کو مسلمان کر کے اُنہیں اپنی طرح مفلس و قلاش بنائیں۔

۱۷۔ اقتصادی کمزوری کا علاج بڑا افسوس ہے۔ کہ مسلمان بعض ظاہری باتوں سے سمجھنے لگتے ہیں کہ اُن کی حالت بہتر ہو رہی ہے۔ دس بیس سال کے عرصے میں اگر وہ تعلیم میں یا چند ملازمتوں میں اپنی تعداد میں کچھ اضافہ دیکھتے ہیں۔ تو اُس سے خوش ہو کر حساب لگاتے ہیں۔ کہ اتنے عرصے میں وہ دیگر اقوام کو پکڑ لینگے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اقتصادی حالت کی کمزوری کی وجہ سے کسی قوم کا پکڑ لینا درکنار۔ وہ بحیثیت قوم کے خود زندہ نہیں رہ سکتے۔ اور زندہ نہ رہنے کے یہی معنی ہیں کہ وہ طبقہ اسفل میں اُترتے چلے جائیں۔ جیسا کہ غیر محسوس طریقے

سے عرصے سے اُتر رہے ہیں۔ مَیں نے اِسی حالت کو ایک موقع پر ان الفاظ میں عرض کیا تھا۔ کہ مسلمانوں کی تعلیم صنعت و حرفت زمینداری اور کاروباری ترقی کی ٹرین کا انجن اس وقت پانی اور کوئلے کا سرمایہ کم ہو جانے سے دھیما ہوتا جاتا ہے اور قریب ہے۔ کہ وہ رُک کر کھڑا ہو جائے اور سب طرف سے ڈاکو جمع ہو کر اُس ٹرین کے مسافروں کو لوٹ لیں۔ اور اس کا خاتمہ کر دیں۔ نہیں بلکہ میں کہتا ہوں۔ کہ مسلمانوں کی ٹرین کچھ عرصے سے رُک کر کھڑی ہو چکی ہے اور اس کی بعض گاڑیاں لُٹ رہی ہیں۔ اور وہ لُٹنا یہ ہے کہ غربا کے طبقے میں ہمارے بھائی کچھ تو علانیہ اور کچھ خاموشی کے ساتھ جن کا ہمیں پتہ نہیں۔ اشدھی کیئے جا رہے ہیں۔ انہیں بچانے کے لئے تبلیغی جماعتیں دوڑ پڑیں۔ اور جہاں تک اُن کے امکان میں تھا۔ اُنہوں نے کیا مگر اب سرمایہ ختم ہو جانے کی وجہ سے پس پا ہو رہے ہیں اور غریب مسلمانوں کو اُن کے حال پر چھوڑنے پر مجبور ہیں۔ جس درجے پر مسلمانوں کی اقتصادی کمزوری پہنچ چکی ہے۔ اور جو اس کے خراب نتائج عنقریب پیدا ہونے والے ہیں۔ اس کا پورا اندازہ تو مسلمانوں کو ہے نہیں البتہ عام مالی انحطاط کا احساس کچھ نہ کچھ ضرور ہے۔ اسلئے مختلف علاج پیش کیئے جاتے ہیں۔ کبھی خیال ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنی مسرفانہ رسوم میں اصلاح

کرنی چاہیئے۔ کبھی کفایت شعاری کا ارادہ کیا جاتا ہے
کبھی صنعت و حرفت کے اسکول قائم کیئے جاتے ہیں۔
کبھی خاص مسلمانوں کی دکانیں کھول جاتی ہیں اور عہد
کیا جاتا ہے کہ غیر مسلموں کی دُکانوں سے کبھی سودا نہ
خریدینگے۔ حالانکہ عام دکانوں کے اجزاے ترکیبی غیر
مسلموں ہی سے سود پر لئے جاتے ہیں۔ جس کی
وجہ سے۔ مسلمان تاجروں کی جان غیر مسلم سرمایہ داروں
کی مٹھی میں رہتی ہے۔ جب وہ ذرا اپنی مٹھی دبا دیتے
ہیں۔ تو شرق سے غرب تک اور جنوب سے شمال
تک مسلمان تاجروں کے دوالے نکلنے اور اُن کے
کاروبار بگڑنے شروع ہو جاتے ہیں۔ غرضکہ کفایت
شعاری کرنے اور دُکانیں وغیرہ کھولنے کی جو تدابیر
پیش کی جاتی ہیں۔ ایک حد تک مفید ضرور ہیں۔
مگر چونکہ وہ محض سطحی علاج ہیں۔ اِس لئے کچھ
ہوتا ہواتا نہیں۔ اور ہر کوشش کے بعد حالت پہلے
سے بدتر ہو جاتی ہے۔ میرے نزدیک مسلمانوں کی
اقتصادی کمزوری کا جو علاج ہے۔ اُسے اِس وقت
پیش کرنے کا نہ وقت ہے اور نہ موقع۔ البتہ اگر بزرگانِ
قوم کی کوئی کمیٹی اس مسئلہ کی تحقیقات کے لئے مقرر
کی جائے۔ تو میں اُس کے سامنے اپنی تجاویز پیش
کرنے کو تیار ہوں آخر میں عرض ہے کہ قوم کی واقعی
حالت جو آپ کے سامنے پیش کی گئی ہے۔ اُس
سے آپ کو ضرور تکلیف ہوئی ہوگی۔ مگر میں آپسے

کو یقین دلاتا ہوں - کہ جو کچھ مَیں نے عرض کیا ہے
وہ کسی خوشی سے نہیں - بلکہ نہایت دلی تکلیف اور
حد درجے کی مجبوری سے عرض کیا ہے - بے شک
بعض امراض کی توضیح کرنے میں تفضیح کا اندیشہ
ہوتا ہے - مگر مرض کا چھپانا بدتر بلکہ اور زیادہ
مضر ہوتا ہے - اِسلئے مَیں نے اس کا ظاہر کرنا ضروری
سمجھا - امید کہ آپ میری کوتاہیوں اور فروگزاشتوں
کو نظر انداز فرمائینگے - فقط

۱۸ - عملی تجاویز

مندرجہ بالا مضمون انجمن حمایت اسلام
لاہور کے سالانہ جلسے میں پڑھا گیا - جسے سُن کر
حاضرین نے طے کیا کہ اسے زیادہ تعداد میں چھاپکر
تقسیم کیا جائے - اِسلئے میں ضروری سمجھتا ہوں - کہ
اس سلسلے میں کچھ عملی تجاویز پیش کروں - میرے
نزدیک افلاس کے سیلاب نے مسلمانوں کو ہر طرف
سے اس طرح گھیرا ہے کہ اُن کی کوئی جماعت اُس
سے محفوظ نہیں - ہماری قوم کے امیر و غریب دیندار
اور دنیادار - علما اور درویش کواپریٹر اور نان کواپریٹر
سب کے سب یکساں خطرے میں ہیں - اور کم و بیش
اس خطرے کو محسوس کر کے جو جس سے بن پڑتا
ہے - کر رہا ہے - کوئی اشاعت تعلیم کی کوشش
کرتا ہے - تو دوسرا صنعت و حرفت کی ترویج کی -
کوئی مختلف قوموں کے باہم اتحاد و اتفاق کی کوشش
کرتا ہے تو دوسرا تبلیغ و اشاعت مذہب کی -

مگر باوجود ہر قسم کی امکانی تدابیر کے قوم کی کشتی بدیہی طور پر پانی میں اترتی چلی جاتی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں۔ وہ بہ اعتبار نتیجہ کے دیر طلب ہیں۔ اسلئے ان تدابیر کو بدستور جاری رکھنے کے ساتھ اس امر کی ضرورت ہی نہیں۔ بلکہ عین وقت ہے کہ ایک جماعت خالص مالی مسئلہ کو فوراً اپنے ہاتھ میں لیکر قوم کی کشتی کو ڈوبنے سے بچلئے۔ اس کے لئے صدر مقام لاہور میں ایک مرکزی جماعت قائم کرنی پڑیگی۔ مگر اس کے قیام کے انتظار میں افراد کو اپنا کام ملتوی نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ ہر مقام کے مسلمان اپنے ضلع یا شہر قصبہ یا گاؤں بلکہ محلہ میں ایک انجمن "فلاح المسلمین" یا کسی اور نام سے قائم کریں۔ اور اس میں مثلاً ذیل کے طریقے اختیار کریں:-

(۱) سرکاری رپورٹوں اور ذاتی تحقیقات سے مقامی مسلمانوں کے اقتصادی۔ صنعتی اور تجارتی حالات مرتب کریں۔

(۲) مقامی حالات کے اعتبار سے وہ طریقے تجویز کریں جن سے جملہ شعبہ جات زندگی میں مسلمانوں کی مالی حالت درست ہو اس قسم کے طریقوں کے متعلق میں نے بھی ایک رسالہ لکھا ہے۔ ضرورت ہو۔ تو محصول ڈاک کے لئے آدھ آنے کا ٹکٹ بھیجکر مجھ سے منگالیں۔

(۳) مسلمانوں کو کفایت شعاری سکھانے کے لئے۔ مثلاً اس قسم کے طریقے یا اور طریقے۔ جو مشورے سے طے ہوں۔ اختیار کریں ؛

(الف) قرضداری اور سود دینے کے خراب نتائج سے مسلمانوں کو آگاہ کریں اور جو لوگ مقروض ہیں۔ اُن سے ملکر انہیں مناسب مشورے دیں ؛

(ب) عام طور پر تقریروں کے ذریعہ سے لوگوں کو حساب لگا کر بتانا کہ مثلاً ایک سو روپیہ کا سودی قرضہ بڑھ کر دس سال میں کتنا ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کو بالعموم معلوم نہیں ہوتا۔ کہ سالوارہ سود اور ششماہی اور سہ ماہی اور ماہوار سود در سود میں کوئی زیادہ فرق ہے۔ اسلئے دستاویزیں لکھتے وقت وہ ان جزئیات کی کچھ پرواہ نہیں کرتے پس حساب لگا کر اُنہیں اُن کا فرق بتانا کہ قرض لیتے وقت وہ اُن امور کا خیال رکھیں ؛

(ج) قرضہ سے جو مسلمان برباد ہوتے ہیں۔ اُن کے حالات سے واقف رہنا۔ اور دوسرے مسلمانوں کو اُن سے آگاہ کرنا تاکہ اُنہیں عبرت ہو اور وہ قرضداری سے بچیں ؛

(د) مختلف برادریوں میں یہ قانون پاس کرانا

کہ جو شخص مقروض ہو۔ اُس کی کسی دعوت میں اُس کا کھانا قبول نہ کیا جائے۔ جب تک کہ وہ قرضہ سے سبکدوش نہ ہو۔

(۵) گھروں میں اور اسکولوں میں بچوں کو کفایت شعاری کرنے پر انعامات دینا۔

(و) مسلمانوں کو ایسے طریقے بتانا جن سے وہ افراد کاسبہ بنیں اور اُنکی مالی حالت درست ہو۔ غرض جس طرح سے کہ مسلمانان پنجاب نے گزشتہ چند سالوں میں ابتدائی تعلیم میں غیر معمولی ترقی کی ہے۔ اسی طرح امید ہے کہ وہ آئندہ چند سال میں دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کی غلامی سے نکلکر دوسرے صوبہ کے مسلمانوں کے لئے ایک عمدہ نظیر اور قابلِ تقلید نمونہ قائم کرینگے۔ فقط

طفیل احمد
ولایت منزل۔ علیگڈھ

انجمن حمایت اسلام لاہور کی جدید تالیفات

انجمن حمایت اسلام لاہور کے شعبہ تالیف و طبع نے گذشتہ سال میں مسلمان بچوں کی مذہبی تعلیم کے لئے جو کتابیں تالیف کی تھیں وہ بفضلہ تعالےٰ نہایت مقبول ہوئیں۔ جو پنجاب کے علاوہ دوسرے صوبوں کے مدارس میں بھی پڑھائی جاتی ہیں کیونکہ انہیں طلبا کی مذہبی واقفیت کیلئے تمام ضروری مسائل درج کر دئے گئے تھے اور اردو جاننے کے ساتھ مسلمان طلبا مذہب سے پورے طور پر واقف ہو جاتے ہیں۔

چونکہ انجمن نے اس کام کو تجارتی اصول پر شروع کیا ہے اسلئے اس نے مسلمانوں کی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے تعلیمی کتب کے مقابل قیمت ارزاں ہی رکھی ہے تاکہ مسلمان طلبا انہیں بکثرت خرید کر سکیں۔

حال ہی میں انجمن کے شعبہ تالیف و طبع نے مسلمان طلبا کے عام سود و بہبود کے لئے نئے اصول پر بصرف کثیر ذیل کی نئی کتابیں تالیف کرائی ہیں جنمیں مذہبی معلومات کے علاوہ جنکا جاننا ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے۔ طلبا کے اضافہ معلومات کے مضامین کے علاوہ معاشرتی و تمدنی مضامین بھی دئے ہیں تاکہ وہ دین کے ساتھ دنیاوی معلومات سے بہرہ ور ہوں اور اچھے شہری بن سکیں۔ یہ سلسلہ کیا بلحاظ زباندانی و کیا بلحاظ انتخاب مضامین مسلمانوں کیلئے ایسا مفید ہے کہ اس سے کوئی اسلامی گھر خالی نہ رہنا چاہئے۔

سلسلہ جدید اردو میں۔ قاعدہ حصہ اول حصہ دوم۔ اردو کی پہلی۔ دوسری۔ تیسری۔ چوتھی

تاریخی کہانیوں کے سلسلہ میں۔ حصہ اول۔ حصہ دوم۔ حصہ سوم

عربی کتب کے سلسلہ میں۔ عربی کی پہلی۔ عربی کی دوسری۔ عربی کی تیسری

طریقہ تعلیم جسمانی کی قیمت پہلے ایک روپیہ تھی اب بغرض فائدہ عام ۱۲ر کر دیگئی ہے۔ کمیشن علاوہ

امید کہ عام مسلمان اس جدید سلسلہ کو منگا کر اس کے فائدہ اٹھائینگے۔ اور سکولوں کے ہیڈ ماسٹر و ڈسٹرکٹ انسپکٹر اس جدید سلسلہ کو رائج کرنے سے طلبا کیلئے مفید کتابیں اور انجمن کی امداد کر کے ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق بنینگے۔